﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۹)

(بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے)

دینِ اسلام
کا
جامع تصوّر

شائع کردہ
شعبہ تعلیم وتربیت
تنظیمِ اسلامی
دارالاسلام، مرکز تنظیم اسلامی ملتان روڈ چوہنگ، لاہور۔ 53800
فون: 79-042-35473375
ای میل: markaz@tanzeem.org
www.tanzeem.org

اسلام کیا ہے، دین یا مذہب؟

الحمدللہ! ہم اسلام کے نام لیوا ہیں اور اِس سے وابستگی [1] کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ البتہ ہم میں سے اکثر لوگوں پر واضح نہیں کہ اسلام کا مفہوم کیا ہے اور اسلام سے وابستگی کے تقاضے کیا ہیں؟ اِس حوالے سے بنیادی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ہم پر واضح ہو کہ اسلام دین ہے یا مروجہ مفہوم میں مذہب؟ اِس سوال کا جواب طے کرے گا کہ اسلام کے ایک مسلمان سے عملی تقاضے کیا ہیں؟

دین کا مفہوم:

لفظ ''دین'' بنا ہے د ی ن سے جس کا لغوی مفہوم ہے بدلہ یعنی جزا و سزا۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحۃ: ۳) کا ترجمہ ہے بدلے کے دن کا مالک۔ اِسی جزا و سزا کے بنیادی تصور سے عربی زبان میں لفظ ''دین'' کے مفہوم میں انتہائی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جزا و سزا کسی ضابطہ اور قانون کے تحت ہی ہوتی ہے۔ اِسی لیے سورۂ یوسف کی آیت ۷۶ اور سورۂ نور کی آیت ۲ میں دین کا لفظ قانون کے معنی میں آیا ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (یوسف: ۷۶)

''اُن (یعنی یوسفؑ) کے لیے ممکن نہ تھا اپنے بھائی کو روکنا (مصر میں) بادشاہ کے قانون کے مطابق''۔

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ (النور: ۲)

''زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ کے اِس قانون کے نفاذ میں تمہیں اُن پر کوئی ترس نہ آئے''۔

قانون اور ضابطہ تشکیل پاتا ہے نظام کے تحت۔ اِسی لیے لفظ دین قرآنِ حکیم میں نظام کے معنی میں بھی آیا ہے۔ سورۂ مومن کی آیت ۲۶ میں فرعون کا اپنی قوم سے خطاب کے

---

(۱) تعلق

دوران قول نقل ہوا:

﴿اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْـنَـكُمْ﴾ (المومن: ۲۶)

"مجھے ڈر ہے کہ وہ (یعنی موسیٰؑ) بدل دے گا تمہارے نظام کو"۔

مندرجہ ذیل آیات میں بھی دین کا لفظ نظام کے لیے آیا ہے:

﴿وَیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (انفال: ۳۹)

"ہو جائے نظام پوری طرح سے اللہ کے لیے"۔

﴿لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (التوبة: ۳۳، الفتح: ۲۸، الصّف: ۹)

"تا کہ اللہ کے رسول ﷺ اُسے (دینِ حق کو) غالب کر دیں پورے نظامِ زندگی پر"۔

﴿وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ (النور: ۵۵)

"تا کہ اللہ اُن کے لیے اُس نظام کو قائم کر دے جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا ہے"۔

نظام وہی تسلیم کیا جاتا ہے جس کی عملداری اور اطاعت ہو۔ لہٰذا قرآنِ حکیم میں دین کا لفظ اطاعت کے معنی میں بھی آیا ہے:

﴿وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا﴾ (النحل: ۵۲)

"اور اُس کی اطاعت ہے مسلسل"۔

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳)

"جان لو اللہ کے لیے ہے خالص اطاعت"۔

﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ﴾ (البینه: ۵)

"اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنی اطاعت کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یک سو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے بالکل سیدھا دین"۔

مذکورہ بالا تمام مفاہیم کو جمع کرتے ہوئے لفظ دین کا جامع اصطلاحی مفہوم ہے **مکمل نظامِ اطاعت**۔ سورۂ یوسف آیت ۴۰ میں لفظ دین ایسے نظامِ زندگی کے لیے آیا جس میں

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کی جائے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾

(یوسف: ۴۰)

”حکم دینے کا اختیار کسی کے لئے نہیں سوائے اللہ کے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم بندگی نہیں کرو گے مگر صرف اُسی کی۔ یہی ہے بالکل سیدھا دین“۔

گویا دین سے مراد وہ نظامِ حیات ہے جو جملہ[1] معاملاتِ زندگی میں رہنمائی کے لیے قوانین وضوابط وضع کرے، اُن کی روشنی میں بدلے یعنی جزا وسزا کا تعین کرے اور پھر اِن قوانین کی اطاعت و پابندی کا مطالبہ کرے۔ عملی طور پر آج دنیا میں مختلف نظام ہائے اطاعت قائم ہیں۔ مثلاً:

- ایسے نظام کو جس میں قانون سازی کا اختیار عوام کے منتخب نمائندوں کو دے کر اُن کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا جائے ”دینِ جمہور“ کہا جاتا ہے۔
- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز بادشاہ کو مان کر اس کی اطاعت کی جائے ”دین الملک“ کہا جاتا ہے۔
- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز اللہ تعالیٰ کو مان کر اُس کے عطا کردہ قوانین کو نافذ کیا جائے ”دین اللہ“ یا ”اسلام“ کہا جائے گا۔

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے کیونکہ صرف یہ ہی وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آلِ عمران: ۱۹)

”بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے“۔

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدۃ: ۳)

---

(۱) تمام

''آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا تمہارے لئے اسلام کو بطور دین''۔

اسلام کا مفہوم:

اسلام کا مفہوم ہے گردن جھکانا' سر تسلیم خم کرنا' فرمانبرداری اختیار کرنا ،حوالے کر دینا،

To surrender , To submit

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا﴾ (النساء: ۱۲۵)

''اور اس سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے کہ جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ کے لئے اور وہ نیک بھی ہے اور اُس نے حضرت ابراہیمؑ کے راستے کی پیروی کی جو بالکل یکسو تھے اور ابراہیمؑ کو تو اللہ نے دوست بنالیا تھا''۔

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (البقرة: ۱۳۱)

''جب اُنہیں (ابراہیمؑ کو) اُن کے رب نے حکم دیا کہ میرا کہنا مانو' عرض کیا کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کی تمام جہانوں کے رب کی''۔

صرف اسلام ہی کیوں دین ہے؟

اسلام کے سوا تمام الہامی نظریات کی تعلیمات جزوی ہیں لہٰذا اسلامی تعلیمات کے سوا کسی اور الہامی نظریہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت نہیں ہوسکتی۔ صرف اسلام ہی ہے جو انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی دونوں گوشوں کے لیے ہدایات فراہم کرتا ہے۔ گویا اسلام دین یعنی مکمل ضابطۂ حیات (A Complete System of Life) ہے جبکہ دیگر الہامی تصورات کی دستیاب صورت مغربی تصورِ مذہب کے مطابق مذاہب (Religions) کی ہے۔ عیسائیت اور یہودیت بھی اپنے اپنے دور کے اعتبار سے دین تھے لیکن موجودہ صورت میں نہ صرف غیر محفوظ، تحریف شدہ [1] بلکہ مسخ شدہ ہیں۔ عیسائیوں نے تو سینٹ پال کی سازش کے تحت شریعت کو ساقط [2] ہی کر دیا۔

---

(۱) تبدیل شدہ (۲) ترک کرنا

واحد اسلام ہے جو حیاتِ انسانی کے انفرادی اور اجتماعی یعنی جملہ گوشوں سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے جبکہ دیگر مذاہب انسان کی صرف انفرادی زندگی کے گوشوں میں تعلیمات دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مذہب کی کتاب کا اصل متن [۱] تک محفوظ نہیں ہے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے خبردار فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (آلِ عمران: ۸۵)

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا''۔

☆ اسلام کی ہدایات انفرادی معاملات کے لیے:

انسان کی انفرادی زندگی سے متعلق گوشوں کے لیے اسلام کی تعلیمات درج ذیل ہیں:

(i) عقائد: اِس حوالے سے اسلام نے تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ ان تمام ہدایات کی بنیاد تین ایمانیات ہیں یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔

(ii) عبادات: اسلام جو عبادات بندوں پر بعض شرائط کے ساتھ فرض قرار دیتا ہے وہ چار ہیں یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔

(iii) رسومات: خوشی اور غمی کے حوالے سے اسلام میں رسومات کی تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔ اِن میں اہم رسومات ہیں عقیقہ، نکاح، تجہیز، تکفین اور تدفین۔

☆ اسلام کی ہدایات اجتماعی معاملات کے لیے:

انسانی زندگی کے تین بنیادی اجتماعی گوشوں سیاست، معیشت اور معاشرت کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات حسبِ ذیل ہیں:

(i) سیاست: حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور بندوں کے لیے خلافت ہے۔ گویا انسانوں کو انسان اپنا محکوم اور غلام نہیں بنا سکتے۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف: ۴۰)

---

(۱) عبارت

''حکم دینے کا اختیار کسی کے لئے نہیں سوائے اللہ کے''۔

سروری[۱] زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا[۲] کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

(ii) معیشت: مالک اللہ ہے اور بندوں کے لیے امانت ہے۔ جاگیردار/ سرمایہ دار غریبوں کا خون نہیں نچوڑ سکتے۔

ایں امانت[۳] چند روزہ نزدِ ماست[۴]
در حقیقت مالکِ ہر شے خداست

(iii) معاشرت: خالق اللہ ہے اور بندوں کے لیے مساوات ہے۔ سب انسان برابر ہیں اور ہر اک کی جان' مال اور آبرو یکساں محترم ہے۔

آگیا عین لڑائی میں، اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس[۵] ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز[۶]
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اللہ تعالیٰ کو حاکم، مالک اور خالق ماننا اور بندوں کے لیے خلافت، امانت اور مساوات تسلیم کرنا دراصل اجتماعی زندگی میں عقیدۂ توحید کے لازمی نتائج ہیں لیکن آج صورتِ حال یہ ہے کہ:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اِک مسئلۂ علمِ کلام![۷]

مذہب کا مفہوم:

مذہب کا لفظ بنا ہے ذ ہ ب سے۔ اِس کا لغوی مفہوم ہے جانے کی جگہ یعنی راستہ،

---

(۱) حکمرانی (۲) بے مثل (۳) یہ امانت (۴) ہمارے نزدیک ہے

(۵) زمین کو چومنا، مراد سجدہ بجالانا (۶) مراد ہے آقا و غلام (۷) فلسفۂ عقائد

روش، طریقہ، پناہ گاہ۔ ایسے امور کا مجموعہ جنہیں ماننا اور اختیار کرنا انسان کے لیے ذہنی اعتبار سے پناہ گاہ ہے۔ یہ وہ امور ہیں جنہیں وہ اپنی ذات یا کائنات کے بارے میں بعض فطری سوالات کے جوابات کی وجہ سے یا ماحول کے زیرِ اثر قبول و اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً ہر انسان کے اندر ایک فطری تقاضا ہے کہ کسی ذات کو اپنا آدرش [1] بنائے، نفع و نقصان اُسی کی طرف سے منسوب کرے یعنی کسی ہستی کے بڑے ہونے کا عقیدہ اختیار کرے۔ پھر عقیدے کی روشنی میں جسے بڑا مانا ہے اُس کی پرستش کرے یعنی عبادات انجام دے۔ اِسی طرح خوشی یا غمی کے موقع پر کچھ رسومات بجالا کر اپنی فطرت کی تسکین کا سامان کرے۔ گویا اصطلاحی طور پر عقائد، عبادات اور رسومات کے مجموعہ کو مذہب کہا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں اسلام کے لیے مذہب کی نہیں بلکہ دین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ البتہ ہماری تاریخ کے ابتدائی دور میں مذہب کی اصطلاح دین کے مترادف کے طور پر وسیع مفہوم میں استعمال ہوتی رہی۔ یہ اصطلاح فقہی مسالک کے لیے استعمال کی جاتی تھی مثلاً مذہبِ حنفی، مذہبِ شافعی وغیرہ۔ مسلک میں انفرادی و اجتماعی دونوں اعتبارات سے قوانین و ضوابط موجود ہیں۔ مغربی تصورات کے تحت جب لفظ Religion کا ترجمہ مذہب کیا گیا تو اِس سے اِس اصطلاح کا مفہوم محدود ہو گیا۔ اب اس کا تعلق ہر انسان کی انفرادی زندگی سے سمجھا جاتا ہے اور یہ تین ہی امور سے بحث کرتا ہے یعنی عقائد، عبادات اور رسومات۔ اہلِ مغرب کی مجبوری تھی کہ وہ مذہب کو صرف انفرادی زندگی تک محدود سمجھیں اِس لیے کہ اُن کے مذہب یعنی عیسائیت میں اجتماعی زندگی کے لیے کوئی رہنمائی موجود ہی نہیں۔

اسلام کے حوالے سے ہمارا طرزِ عمل:

ہماری اکثریت بھی مغربی تصورات کے زیرِ اثر دینِ اسلام کو دین نہیں بلکہ مروجہ مفہوم میں محض مذہب سمجھتی ہے۔ وہ انفرادی سطح پر چند مذہبی شعائر پر عمل کر کے مطمئن ہے۔ اسلام کی انفرادی و اجتماعی تمام تعلیمات پر عمل یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ (البقرۃ: ۲۰۸) کے حکمِ قرآنی کو فراموش کیے ہوئے ہے۔ اُسے بحیثیت دین اسلام کے

---

(۱) نصب العین

مغلوب ہونے پر کوئی دکھ نہیں۔ اقبال نے اِس صورتِ حال پر یوں شکوہ کیا:

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں[۱] جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں[۲] جاتا رہا

؎ ہوئی دین و دولت[۳] میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

؎ جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی[۴]

اسلام مذہب کیسے بن گیا؟

☆ طویل عرصے سے رائج خاندانی نظام ملوکیت کا تقدس و دبدبہ اِس طرح سے لوگوں پر اثر انداز ہوا کہ وہ انتہائی سادہ اور عادلانہ نظامِ خلافت کو ذہنی طور پر قبول نہ کر سکے۔ عوام بادشاہوں کو شان و شوکت اور کروفر کے ساتھ دیکھنے کے عادی تھے۔ خلفاء کا غریبانہ طرزِ زندگی اور تکلفات سے پاک اندازِ حکومت رواج نہ پاسکا اور دوبارہ ملوکیت کا غلبہ ہوگیا۔

☆ حکمرانوں اور دنیادار مذہبی پیشواؤں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے گٹھ جوڑ کیا اور دوبارہ سے وہ ملوکیت اور جاگیرداری کا وہ نظام قائم ہوگیا جسے مذہبی پیشواؤں نے سندِ جواز[۵] فراہم کی۔

☆ بادشاہوں نے سازش کے تحت ظلم و استحصال[۶] کے خلاف جذبات کو سرد کرنے کے لیے قرآن کی جگہ دیگر علوم کی حوصلہ افزائی کی کیونکہ قرآن تو اپنے پڑھنے والوں کو ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی زوردار تلقین کرتا ہے۔ پھر جس نے عدل اور حق کی آواز بلند کی، حکمرانوں اُسے سختی سے کچل دیا۔ وہ کیفیت پیدا ہوگئی کہ:

''مسلمان در گور...... مسلمانی در کتاب''[۷]

---

(۱) قافلے کا سامان/ پونجی (۲) نقصان کا احساس (۳) حکومت/سلطنت (۴) خونریزی
(۵) جائز ہونے کی سند (۶) ناجائز حصول (۷) حقیقی مسلمان انتقال کر گئے اور اسلام کتابوں میں لکھا رہ گیا۔

☆ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں دین کی وحدت ختم ہوگئی۔ سیاست اور دین جدا ہو گئے اور تین اجزاء پر مشتمل تثلیث وجود میں آ گئی:

(i) بادشاہ اور جاگیردار ''سیاسی امام'' بن گئے۔

(ii) علماء ''فقہی امام'' بن گئے۔

(iii) صوفیاء ''روحانی امام'' بن گئے۔

خلافتِ راشدہ تک دین کی وحدت برقرار تھی یعنی سیاسی، فقہی اور روحانی امامت خلفاء ہی کے پاس تھی لیکن بعدازاں ہم نے دین کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کی خلاف ورزی کی کہ:

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ط كُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ o﴾ (الروم:۳۱-۳۲)

''اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں میں سے یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ٹکڑے کر دیا اپنا دین اور ہو گئے گروہ گروہ۔ ہر گروہ کے لوگ اُس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہیں''۔

☆ اہلِ دین صرف اہلِ مذہب بن گئے' علماء کا کام محض درس و تدریس' تصنیف و تالیف اور خطیب مفتی اور قاضیوں کی تیاری رہ گیا۔ صوفیاء کا کام محض تزکیۂ نفس رہ گیا۔ باہر نکل کر باطل کے خلاف اعلانِ جہاد اور کشمکش کا معاملہ ختم ہو کر رہ گیا۔

☆ بعدازاں جب اِن طبقات میں دنیا داری اور بگاڑ بہت بڑھ گیا تو ایک تبع تابعی عبداللہ بن مبارکؒ کو کہنا پڑا:

هَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَ اَحْبَارُ سَوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

''نہیں دین میں بگاڑ پیدا کیا مگر بادشاہوں اور برے علماء و صوفیاء نے''۔

اقبال نے اِس صورتِ حال پر یوں تبصرہ کیا:

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری (۱)
اے کشتۂ (۲) مُلّائی و سلطانی و پیری

---

(۱) دل کا شیشے کی طرح صاف ہونا (۲) مارا ہوا یعنی صحیح عقائد سے گمراہ

☆ ابتداء میں رجالِ دین(۱) کو مجبوراً اپنی سرگرمیاں محض مذہبی معاملات تک محدود کرنی پڑیں لیکن رفتہ رفتہ تصور ہی محدود ہو گیا اور مذہبی سرگرمیوں کو ہی کل دین سمجھا جانے لگا۔

☆ آج اسلام کے اِس محدود تصور کے زیادہ تر محافظ علماء اور اُن کے زیرِ اثر کام کرنے والی تحریکیں ہیں۔ ایسے علماءِ حق بھی موجود ہیں جو اسلام کے ہمہ گیر(۲) تصور کو بیان کر کے اُس کے مطابق عمل اور اُس کے اجتماعی احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کی دعوت دیتے ہیں البتہ وہ خال خال(۳) ہی نظر آتے ہیں۔

☆ اکثر و بیشتر حکومتیں بھی محدود مذہبی تصور والے کام کی پذیرائی کرتی ہیں کیوں کہ یہ کام عوام کو اُن کی عیاشیوں اور لوٹ مار کے خلاف جدوجہد سے غافل کر کے دیگر سرگرمیوں میں مصروف کر دیتا ہے۔

☆ محدود مذہبی تصور، سیکولرزم کے اِس تصور کے ساتھ نہ صرف مطابقت رکھتا ہے بلکہ اُس کے لیے معاون بھی ہے مذہب کا تعلق صرف انفرادی زندگی سے ہے، اجتماعی معاملات اس کے دائرے میں نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ محدود مذہبی تصور والے کام کی پذیرائی(۴) عالمی سطح پر کی جارہی ہے۔

آج صورتِ حال کیا ہے؟

اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہی ہے لیکن اِس وقت دنیا میں غالب تصور سیکولرزم کا ہے۔ اس کے تحت انفرادی زندگی میں مختلف مذاہب پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سند یا ذریعہ رہنمائی نہیں بنایا جا سکتا۔ اجتماعی معاملات' عوام کی کثرتِ رائے سے طے کیے جاتے ہیں۔ گویا سیکولرزم:

☆ ایک طرف ہمہ مذہبیت ہے اور دوسری طرف لادینیت۔ تمام مذاہب پر تو عمل ہو سکتا ہے لیکن سیکولرزم کسی الہامی دین کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انفرادی زندگی میں الہامی تعلیمات پر عمل ممکن ہے لیکن اجتماعی زندگی میں الہامی احکامات کو قبول نہیں کیا جاتا۔

---

(۱) دینی لوگ (۲) جامع/مکمل (۳) اکا دکا۔ بہت کم (۴) حوصلہ افزائی

☆ تاریخ انسانی میں نوع انسانی کی اللہ تعالیٰ سے بدترین بغاوت ہے جس میں اُس کی بڑائی وعملداری کو عبادت خانوں تک محدود کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

☆ صرف اور صرف اسلام کی ضد ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر الہامی تصورات مذاہب ہیں جن کے پاس اجتماعی معاملات کے حوالے سے رہنمائی ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اُن کے لیے سیکولرزم سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک ریاست میں ایک ساتھ کئی مذاہب پر عمل ہوسکتا ہے لیکن اجتماعی نظام ایک ہی ہوگا۔ وہ اسلام کی صورت میں اللہ کا عطا کردہ ہوگا اور یا پھر انسانوں کا وضع کردہ۔ گویا سیکولرزم سے اصل ضرب اسلام پر پڑتی ہے۔

سیکولزم کا تصور درحقیقت یہودیوں کا وضع کردہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ریاست میں اجتماعی معاملات میں مذہب کا عمل دخل ہوا تو وہ اپنی قلیل تعداد کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ ریاستوں میں اپنی اجارہ داری [1] قائم کرنے اور دیگر قوموں کی رگِ جاں اپنے پنجوں میں جکڑنے کے لیے اُنہوں نے سیکولزم کے تصور کو پھیلایا ہے۔

محدود مذہبی تصور کے نقصانات:

محدود مذہبی تصور کے تحت اسلام پر جزوی عمل ہوتا ہے جس کی سزا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ شدید ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرة:۸۵)

”تو کیا تم کتابِ (الٰہی) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کردیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رُسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں“۔

دنیا کا نقصان:

☆ امت کو باہم جوڑ کر رکھنے والا مقصد اقامتِ دین کی جدوجہد تھا یعنی اجتماعی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات وقوانین کے نفاذ کی کوشش۔ اِس مقصد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا

---

(۱) قبضہ

حکم ہے:

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

''قائم کرو دین کو اور اِس معاملہ میں جدا جدا نہ ہو جاؤ!''

محدود مذہبی تصور کی وجہ سے امت کو جوڑنے والا یہ مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور امت کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا۔

☆ ہمارے اکثر و بیشتر اختلافات کی بنیاد مذہبی امور ہیں۔ مذہبی شعائر پر ہی سارا زور دینے سے تنگ نظری اور اختلافات نے تفرقہ کی صورت اختیار کی اور ہم فرقہ واریت کے عذاب میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی قوت کا مزہ چکھ رہے ہیں:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ (الانعام: ٦٥)

''اے نبیؐ! فرمایئے اللہ قادر ہے اِس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اُوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں باہم ٹکرا دے گروہوں میں تقسیم کر کے اور تم میں سے بعض کو بعض کی قوت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے ہم کیسے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھ سکیں''۔

آخرت کا نقصان:

☆ دین کے حصے بخرے کرنا یعنی کچھ احکامات پر عمل کرنا اور کچھ کو نظر انداز کر دینا شرک ہے:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ط كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ٥﴾ (الروم:۳۱-۳۲)

''اور نہ ہو جاؤ شرک کرنے والوں میں سے یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ٹکڑے کر دیا اپنا دین اور ہو گئے گروہ گروہ۔ ہر گروہ کے لوگ اُس پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہیں''۔

شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ معاف نہیں فرمائے گا سوائے اس کے کہ انسان توبہ کر کے اصلاح کر لے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (النساء: ۱۱۶)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کو تو معاف نہیں کریگا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے گا معاف کردے گا اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس وہ تو بھٹک گیا بہت دور کا بھٹکنا“

☆ دین کے حصے بخرے کرنے والوں سے اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی تعلق نہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۵۹)

”بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو پھاڑ دیا (ٹکڑے ٹکڑے کردیا) اور وہ ہوگئے گروہ گروہ اے نبی آپؐ کو ان سے کوئی سروکار(۱) نہیں ان کا معاملہ اب اللہ کی طرف ہے وہ اللہ تعالیٰ ان کو جتلا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں“

اندیشہ ہے کہ ایسے لوگ روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

☆ جزوی اسلام پر عمل اللہ کے ہاں نا قابلِ قبول ہے ارر آخرت میں خسارہ کا باعث ہے۔ ایسا کرنے والے ہدایت سے محروم رہتے ہیں اور اُن پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

(آل عمران: ۸۵ تا ۸۷)

”اور جس کسی نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کیا تو وہ ہرگز اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے حالانکہ انہوں

---

(۱) تعلق

نے گواہی دی تھی کہ بیشک رسول سچے ہیں اور وہ (رسول) ان کے پاس لائے ہیں واضح تعلیمات اور اللہ تعالیٰ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام کے تمام لوگوں کی''

☆ اسلام کے عادلانہ نظام کے عدمِ نفاذ کی وجہ سے نوعِ انسانی ظلم کا شکار ہے۔ اس زیادتی کے ذمہ دار ہم ہیں لہٰذا اس کا وبال [1] روزِ قیامت ہم پر آنے کا اندیشہ ہے۔

موجودہ صورت حال کا احادیثِ مبارکہ میں تذکرہ:

☆ موجودہ صورت حال کی کیا واضح پیشگوئی ان احادیثِ نبوی ﷺ میں کی گئی ہے:

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یُوْشِكُ اَن یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ (بیہقیؒ)

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اندیشہ ہے لوگوں پر ایسا زمانہ آنے کا کہ اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا اور قرآن میں اس کے رسم الخط کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔''

((بَدَاَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ كَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ)) (مسلم)

''اسلام ابتدا میں لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور یہ عنقریب دوبارہ اسی طرح ہو جائے گا پس خوشخبری ہے اس وقت اسلام پر عمل کرنے والوں کے لیے''۔

کرنے کا اصل کام:

(1) ضرورت اِس بات کی ہے کہ دین کا صحیح علم سیکھیں تاکہ پھر سے اسلام کو اُس کے ہمہ گیر [2] اور وسیع تصور کے ساتھ زندہ کرنے کی جدوجہد میں شریک ہو سکیں۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَ هُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ (سنن دارمی)

''جسے موت آئے اس حال میں کہ وہ علم حاصل کر رہا ہوتا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا''۔

---

(۱) سزا/عذاب (۲) مکمل

کیا فردوسیؒ(۱) مرحوم نے ایران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ''اسلام'' کو زندہ

آج اسلام زندہ ہے بطورِ مذہب لیکن مغلوب ہو گیا ہے بطور دین۔ دین کے علم میں اصل اہمیت قرآنِ حکیم کے سیکھنے اور سکھانے کو حاصل ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم و تعلم(۲) قرآن کو اسلام کے غلبے کے لیے بنیادی اہمیت دی جائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ)) (مسلم)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت قوموں کو عروج عطا کرے گا اور اس کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل کر دے گا''۔

(2) جب یہ تصور بیدار ہوگا کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے تو لازماً یہ حقیقت واضح ہوگی کہ دین اپنی نوعیت کے اعتبار سے اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ وہ دین درحقیقت دین ہی نہیں جو غالب نہ ہو۔ ایک معاشرے میں ایک ساتھ کئی مذاہب پر عمل ہو سکتا ہے، لیکن دین صرف اور صرف ایک ہی ہوگا۔ لہٰذا اسلام غالب ہوگا یا مغلوب۔

(3) اب مسلمان دین کے اس مطالبہ کو سمجھیں گے کہ محض عقائد' عبادات اور رسومات ہی سے اسلام پر عمل کا حق ادا نہ ہوگا بلکہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں بھی اسلام کے احکامات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کو ہمیں مقصدِ زندگی بنانا ہوگا:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی(۳)
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ رَضُوْا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا (آمین)

(اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو راضی ہوئے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر) (آمین)

☆—☆—☆

(۱) فارسی زبان کے ایک مشہور شاعر (۲) سکھانا اور سیکھنا (۳) سربلندی......غلبہ